مقدمہ کی سماعت کے اہم شرعی اصول

The Important Principles of Trial hearing in the light of Sharia

Hafiz Abdulaziz Mujahid
Ph.D Scholar , Department of Islamic Studies, The University of Lahore:syed03008182015@gmail.com
Dr Zahorullah Al-azhari
Associate Prof, Department of Islamic Studies, The University of Lahore:dr.zahoorazhari@gmail.com

Abstract

Conflicts are a natural phenomenon in society. Every society has a set of rules for settling disputes which are based on their religious and social customs. Islam is a complete code of life that guides its followers at all walks of life. Islam provides for the protection of the legitimate interests and rights of every person. The destruction of the right leads to the destruction of nations. When the judge distinguishes between rich and poor in deciding, no one can save the nation from destruction. The Holy Prophet (PBUH) has described the destruction of nations to the unfair application of the law on the rich and the poor. This article covers the basic principles of a trial hearing for a judge in the light of Sharia. The judge should find himself standing in the court of Allah when he sits on the seat of justice. The he should treat the parties equally. He has been ordered to equate his use of style and language. During the hearing, neither party felt that the judge was giving importance to the other party. The Shariah demands that the judge deal with justice between the parties. He should show equality between the parties in his attitude, eye gestures, and manner of speaking so that justice can be justified.

Keywords: Important principles, Judge, Shariah , Parties

معاشرے میں تنازعات کا پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔ تنازعات کے تصفیہ کے لئے ہر معاشرے میں کچھ اصول وضع کئے جاتے ہیں جن کی بنیاد ان کے مذہب یا معاشرتی رسم و رواج پر ہوتی ہے۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو زندگی کی ہر سطح پر اپنے متبعین کی رہنمائی کرتا ہے۔ شریعت محمدی ﷺ میں ہر شخص کے

جائز مفادات اور حقوق کو کلیۃ تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ قوموں کی تنزلی اور بربادی کا باعث حق تلفی، ظلم اور زیادتی قرار دی گئی۔ جب کسی قوم کا قاضی یا جج فیصلہ کرنے میں امتیاز برتے اور امیر و غریب کے لئے فیصلہ کرنے کے معیار الگ الگ قائم کرے تو اس قوم کو تباہ ہونے سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ ایک موقع پر جب آپ ﷺ نے ایک بڑے قبیلے کی خاتون چور پر قطع ید کا قانون نافذ کرنے کا حکم دیا تو اس قانون کے نفاذ کو رکوانے کی سفارش کی گئی جس پر رحمت عالم ﷺ کا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہو گیا اور عدل و انصاف پر مبنی سزا کے نفاذ کو قوموں کی بقا کے لئے لازمی قرار دیا۔(1)

کسی قوم کی عدالتوں میں فیصلہ کرنے میں ایسا امتیاز روا رکھا جائے جس سے قوم کے معزز لوگوں کے لئے الگ معیار فیصلہ ہو، غریب و کمزور کے لئے الگ معیار قائم ہو تو وہ قوم یقیناً تباہ ہو کر رہتی ہے۔ کسی بھی ریاست یا قوم کی بقا کا انحصار نظام عدل پر ہوتا ہے قوانین اسلام میں عدل و انصاف کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ قرآن مجید میں عدل و انصاف کی طرف نہ صرف راغب کیا گیا ہے بلکہ عدل و انصاف کو قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے(2) اور اس کے قیام کے بنیادی اصول بھی وضع فرمائے ہیں۔ عدل و انصاف کسی بھی ریاست کا اہم ترین نظام ہوتا ہے جس کے تحت عدالتی امور سر انجام دیئے جاتے ہیں۔ عدالت میں تنازعات کے تصفیہ کے لئے مقدمات کی سماعت کی جاتی ہے جس میں قاضی یا جج کو ان تنازعات کا فیصلہ کرنے میں انہی بنیادی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے فرائض منصبی سر انجام دینا ہوتے ہیں ۔ منصب قضاۃ کے حامل کو شریعت اسلام نے انصاف پر مبنی فیصلہ کرنے کا پابند کیا ہے۔

انصاف میں شہادت کی اہمیت

اسلام ہر حال میں انصاف کا حکم دیتا ہے۔ قرآن مجید نے جو عدل و انصاف پر مبنی قوانین تشکیل دیئے ہیں وہ انتہائی اہم ہیں۔ تنازعات کے تصفیہ میں بنیادی کردار شہادت کا ہوتا ہے۔ اگر شہادت معدوم ہو جائے تو کسی بھی تنازعہ کا فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے اسلام نے شہادت کو محفوظ کرنے کا حکم دیا ہے اور شاہد کو

---

(1) بخاری، محمد بن اسماعیل، البخاری، الریاض: دارالسلام للنشر، ۱۴۱۷ھ۔4/175، رقم:3475
Bukhārī, Muhammad b. Ismāʿīl, al-sahīh, Dār al-salām, al-riyāz, 1417.4/175, #3475

(2) المائدۃ:8/5
Al-māida, 5/8

شہادت دینے کا نہ صرف پابند کیا ہے بلکہ حکم دیا ہے کہ وہ شہادت کو مت چھپائے اور ہر حال میں سچی شہادت دے۔ چانچہ قرآن مجید میں حکم باری تعالی ہے:

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ(3)

"اور گواہی کو نہ چھپاؤ، اور جو گواہی کو چھپائے وہ گنہگار دل کا حامل ہے"

اسی طرح قرآن مجید میں شہادت پر زور دیتے ہوئے ہوئے حکم جاری ہوا کہ شہادت دی جائے خواہ وہ شہادت کسی شخص کے اپنے خلاف جائے، اس کے والدین یا اس کے قریبی رشتہ داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ فرمان الٰہی نازل ہوا:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَى أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا(4)

اے ایمان والو! انصاف قائم کرنے والے بنو، اللہ کی خاطر گواہی دینے والے، چاہے وہ گواہی تمہارے اپنے خلاف پڑتی ہو، یا والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف۔ وہ شخص (جس کے خلاف گواہی دینے کا حکم دیا جارہا ہے) چاہے امیر ہو یا غریب، اللہ دونوں قسم کے لوگوں کا (تم سے) زیادہ خیر خواہ ہے، لہذا ایسی نفسانی خواہش کے پیچھے نہ چلنا جو تمہیں انصاف کرنے سے روکتی ہو۔ اور اگر تم توڑ مروڑ کروگے (یعنی غلط گواہی دوگے) یا (سچی گواہی دینے سے) پہلو بچاؤ گے تو (یاد رکھنا کہ) اللہ تمہارے تمام کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔

منصب قضاۃ اور تقاضائے قضاۃ:

مقدمات کی سماعت کرنے والا منصف ہوتا ہے خواہ وہ عدالت کے کسی منصب پر فائز ہو، پنچائت کا سربراہ ہو یا کسی بھی ادارے کا منتظم ہو۔ اس کے پاس جب بھی کسی شخص کا تنازعہ آئے تو اسے عدل و انصاف پر

---

(3) البقرۃ:2/283

Al-baqarah, 2/283

(4) النساء:4/135

Al-nisā, 4/135

ہی فیصلہ کرنے کا حکم ہے۔ اصطلاح شریعت میں فیصلہ کرنے والے کو قاضی کہتے ہیں جبکہ جس منصب پر وہ فائز ہے اسے منصب قضاۃ کہتے ہیں۔ اس منصب کا تقاضا عدل اور صرف عدل ہے۔ ایک مقام پر آپ ﷺ نے اس شخص کو منصف قرار دیا ہے جو کسی کھجور پر بھی دو آدمیوں کے درمیان فیصلے کرے(5)۔

مندرجہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ اسلام میں عدل و انصاف کے لئے بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ جب گواہی دینے والے کو اس قدر پابند کیا جارہا ہے تو یقیناً قاضی جس نے کسی تنازعہ کا فیصلہ کرنا ہے اس کو اسلام کس قدر عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرنے کا حکم صادر کرتا ہو گا۔ ایک حدیث مبارکہ کے مطابق وہ شخص جس کو مصنف بنایا گیا ہے اسے گویا کہ بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا ہو۔

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من ولي القضاء فقد ذبح بغير سكين(6)

"آپ ﷺ نے فرمایا جس کو قاضی بنایا گیا گویا اسے بغیر چھری کی ذبح کیا گیا"

اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ایک جج کے لئے یہ کام اس قدر آسان نہیں کہ وہ اس کو انجوائے کرے اور فیصلے کرنے میں من مانی کرے۔ ہاں جب کوئی جج اپنے فرائض منصبی اللہ تعالی سے ڈرتے ہوئے انصاف کے مطابق سرانجام دیتا ہے تو اس کے لئے آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: قاضی کو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی دائیں طرف نور کے منبروں پر براجمان کیا جائے گا اگر یہ درست، حق اور عدل و انصاف پر فیصلے کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا عادل منصف قیامت کے روز اللہ تعالی کے دائین طرف نور کے ممبروں پر براجمان ہوں گے(7)۔

---

(5) الطبراني، سليمان بن أحمد بن أيوب، المعجم الأوسط، دار الحرمين-القاهرة.3/102، رقم الحديث، 2619

Tabarāni, Sulaymā b.Ahmad b. Ayyūb, al-mᶜjam al-awsat, dā al-haramayn, Cairo.3/102, #2619

(6) ابو داود، سليمان بن اشعث، السنن، دار الفكر، بيروت، لبنان، 3/298، رقم: 3571

Abū Dawūd, Sulaymān b. Ashᶜatḥ, al-sunan, Dār al-fiker, Beirūt, Lebanon,3/298,#3571

(7) النسائي، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب، السنن، مكتب المطبوعات الإسلامية حلب، 1986، 5/395، رقم الحديث، 5885۔

Al-nasāī,abu abdul rehmān, Ahmad b.Shoᶜaib, al-sunan, maktab al-matboᶜāt al-islāmiyya, Halb.1986. 5/535, #5885

ایک دوسرے مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قاضی کے ساتھ ہے جب تک وہ دانستہ ظلم کا مرتکب نہ ہو یعنی وہ جان بوجھ کر اگر کسی مقدمہ میں طرف داری کرتا ہے تو اس قاضی سے اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت اٹھ جاتی ہے(8)۔ اگر قاضی اپنی دانست میں انتہائی غور وفکر کے ساتھ مقدمہ کا فیصلہ کرتا ہے اور جانبداری سے کام نہیں لیتا تو اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ مقدمہ میں طرف داری کے عمل کو ظلم قرار دے رہے ہیں۔

قضاۃ کے بنیادی اصول مکتوب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی روشنی میں:

یوں تو تاریخ اسلام میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پورا عہد خلافت بے مثل ہے مگر اس میں عدالتی امور کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعدد مکتوبات میں وہ اصول بیان ہوئے ہیں جو کسی بھی عدالت کے لئے جزو لاینفک کا درجہ رکھتے ہیں، جن کے علاوہ شاید نظام عدالت اپنا وجود ہی برقرار نہ رکھ سکے اور عدل وانصاف پر مبنی فیصلے ممکن نہ ہو سکیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک مکتوب بنام حضرت ابو موسیٰ اشعری یہاں رقم کیا گیا ہے اور اس میں قاضی کے لئے رہنما اصول درج ہیں:

۱۔ فریقین کے درمیان فیصلہ کا انحصار صرف عادلانہ ثبوت اور قطعی قسم پر ہونا چاہیے۔

۲۔ فریقین میں جو کمزور ہو اس میں بولنے کی جرات پیدا کرو تاکہ حق بتا سکے۔

۳۔ اگر کوئی مسافر ہو اور کسی مقدمہ میں عدالت آئے تو اس کو اتنا انتظار نہ کرواؤ کہ وہ اپنا حق چھوڑنے پر مجبور ہو جائے۔

۴۔ جو شخص کمزور اور اجنبی کی حوصلہ افزائی نہ کرے گا وہ اس کا حق ضائع کر دے گا۔

۵۔ قبل از فیصلہ فریقین کے درمیان صلح کی کوشش درست ہے مگر جب کسی کے حق میں فیصلہ ہو جائے تو قاضی کے لئے صلح کی کوشش کرنا درست نہیں ہے(9)۔

---

(8) الحاکم، أبو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ، المستدرک، دار الکتب العلمیۃ، بیروت. 1411۔ 3/668، رقم الحدیث، 6470
Al-hākim, Abu ʿAbd allah, Muhammad b. ʿAbd allah, al-mustadrak, Dār al-kutob al-ʿilmiyya, Beirot. 1411. 3/668, #6470

(9) أبو یوسف یعقوب بن إبراهیم بن حبیب، الخراج، المکتبۃ الأزهریۃ للتراث. ص130

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس مکتوب میں ایک منصف کے لئے جو اصول دیئے گئے ہیں نہایت عمدہ اور اعلیٰ ہیں۔ ان اصولوں میں فیصلہ کرنے کی وہ بنیاد رکھی گئی ہے کہ رہتی دنیا تک قاضی یا جج اس سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ فریقین کے درمیان فیصلہ کا انحصار صرف اور صرف عادلانہ ثبوت اور بینہ پر مبنی ہے اور اگر شہادت وبینہ کی عدم دستیابی ہو تو فیصلہ قطعی قسم پر ہونا قرار دیا گیا ہے۔ عدالت میں آنے والے ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ بعض فطرتاً مکار، چالاک اور ہوشیار ہوتے ہیں اور بعض طبعاً شریف اور کم گو ہوتے ہیں۔ اس لئے قاضی کو چاہیے کہ وہ فریقین کو مساوی موقع فراہم کرے اور بالخصوص ایسے شخص کے لئے وہ ماحول مہیا کرے جس میں ایک مرعوب اور کمزور شخص اپنا درست موقف بیان کرنے کے قابل ہو سکے۔ کسی شخص کی اجنبیت انصاف کے حصول میں باعث رکاوٹ نہ ہو اور وہ عدالتی ماحول کی عدم واقفیت کی بنا پر اپنا حق لینے سے قاصر نہ رہے۔ بلاوجہ کسی شخص کو انصاف کی فراہمی میں تاخیر کروانا بھی انصاف کا قتل شمار ہوتا ہے۔ اس لئے حضرت عمرؓ ایک قاضی کو اس بات کا پابند کر رہے ہیں کہ کسی مسافر یا اجنبی کو بغیر کسی وجہ کے انتظار کی آزمائش سے گزارانا اس کو حق سے محروم کرنے کے مترادف ہے۔ مکتوب میں درج آخری اصول میں ایک اہم بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اگرچہ صلح کی کوشش ایک احسن قدم ہے مگر اس کے لئے وقت کا لحاظ رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ جب کسی کے خلاف فیصلہ آجائے تو اب وہ صلح کی جانب آئے یا قاضی فیصلہ کرنے کے بعد اس فریق کو صلح کی طرف رغبت دلائے جس کے حق میں فیصلہ ہو چکا ہو۔ اس لئے قبل از فیصلہ صلح کی کوشش کو جائز قرار دیا گیا ہے مگر بعد از فیصلہ کے صلح کی کوشش درست اور جائز قرار نہیں دی گئی۔ اب قاضی کے لئے ضروری ہے کہ وہ فیصلہ پر عملدرآمد کروائے اور محروم کو اس کا حق دلوائے۔

منصب قضاۃ پر براجمان ہونے والے شخص کے لئے مندرجہ بالا مکتوب میں رہنما اصول دیئے ہیں جن کی روشنی میں قاضی اپنے منصب کا صحیح حق ادا کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔ یہ وہ اصول ہیں جو کسی بھی مقدمہ کی سماعت کے لئے نہ صرف اہم ہیں بلکہ سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ قاضی کے لئے جادہ منزل قرار دیئے جاسکتے ہیں۔

Abū Yūsuf, Yaʿqūb bin Ibrāhīm, al-Khirāj, al-maktabah al-azhariyya litturāth.P:130

مقدمہ کے رہنما اصول۔۔۔ قبل از سماعت

کسی بھی مقدمہ کا آغاز سماعت ہی سے ہوتا ہے۔ جب تک سماعت نہ کی جائے کسی مقدمہ کا تصفیہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اگر بغیر سماعت کے مقدمات کا تصفیہ کیا جائے گا تو یہ سوائے ظلم کے کچھ اور نہ ہوگا۔ فیصلے کرنے والا شخص جہاں بھی ہو اور جس چیز کا بھی فیصلہ کرے اسے چاہیے کہ وہ مدعی کے دعویٰ کی بنا پر مدعا علیہ کی موجودگی میں فیصلہ کرے۔ جب دعویٰ کی بنا پر مدعا علیہ یا ملزم سے بیان سنے جاتے ہیں تو اسے سماعت مقدمہ کا نام دیا جاتا ہے اور دعوی سے متعلق تحقیق و استفسار کرنا دراصل تفتیش کہلاتا ہے۔ ایک حدیث کے مطابق اگر کسی بھی مقدمہ میں محض دعویٰ کی بنیاد پر فیصلہ کیا جانے لگے تو لوگ ایک دوسرے پر مال و جان کا دعویٰ کرنے لگیں گے (10)۔ محض دعویٰ کی بنا پر مقدمات کی سماعت جو بغیر کسی تفتیش کے عمل کے ہو لوگوں میں دعووں کی کثرت کا باعث ہوتی ہے اور اس سے انصاف کا خون ہوتا ہے۔ مقدمہ میں تفتیش انتہائی اہم ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ قاضی سماعت مقدمہ سے قبل عدالت میں سائلین کے لئے ایسا ماحول مہیا کرے جس کے تحت فریقین عدل و انصاف کی فراہمی کو یقینی تصور کریں۔

اسلام کا نظریہ عدل کسی بھی ذاتی یا معاشرتی نوعیت کے معاملے میں کسی بھی لمحہ عدل و مساوات کے ترک کرنے کو جائز قرار نہیں دیتا۔ عدالتی امور میں تو اس کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔ اسلام نے مقدمات میں فریقین کے درمیان عدل و مساوات کے قائم کرنے کو انصاف کی دہلیز پر پہلا قدم قرار دیا ہے۔ اگر کسی فریق کے ساتھ بھی ایسا رویہ اختیار کیا جائے جس میں کسی دوسرے فریق کو طرف داری یا جانبداری کا شک پڑے تو شریعت میں یہ عمل درست تصور نہیں کیا جاتا۔

قاضی کے انداز نظر میں مساوات

آپ ﷺ کی متعدد احادیث میں منصف کو اس بات کا پابند کیا گیا ہے کہ وہ فریقین کے درمیان عدل و مساوات کو قائم کرے اور اسے ہر صورت میں برقرار رکھے۔ انصاف کی مسند پر بیٹھنے والے کو انتہائی احتیاط

(10) عبد الرزاق الصنعانی، أبو بكر عبد الرزاق بن همام، المصنف، المجلس العلمي-الهند، 1403، 8/ 273، رقم الحديث، 15193

ʿAbdul razzāq, Abu Bakr ʿAbdul razzāq, al-musannif, al-majlis al-Islāmī, al-hind.1403. 8/273, #15193

برتنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ منصف کا قول و فعل تو در کنار اس کی نظر کے اتار چڑھاؤ میں، اشارہ و کنایہ میں یا نشست و برخاست میں بھی مساوات کو نظر انداز کرنے کی اجازت نہیں ہے(11)۔ فریقین میں کسی بھی قسم کی تخصیص جس میں کسی ایک فریق کو یہ لگے کہ دوسرے فریق کے ساتھ منصف کا برتاؤ نرمی کا ہے اور اس کے ساتھ لب و لہجہ مختلف ہے تو یہ بھی ناانصافی کے زمرے میں آتا ہے۔ قاضی کو چاہیے کہ عدالتی امور میں کمزور و شریف اور زور و طاقتور میں کوئی فرق روا نہ رکھے(12)۔ یہی عدل و انصاف کا تقاضا، اور شریعت کا منشاو مقصود ہے۔

فریقین مقدمہ کے لئے قاضی کا انداز نظر انتہائی اہم ہوتا ہے۔ اس لیے فریقین مقدمہ کے ساتھ معاملہ کرتے وقت قاضی کی دونوں کی طرف ''نظر'' میں بھی مساوات ضروری ہے کیونکہ نظر سے بھی کسی شخص کو مرعوب کیا جا سکتا ہے اور اگر ایک شخص کو غصے کی نظر سے دیکھا جائے اور دوسرے شخص کو انتہائی احترام کی نظر سے دیکھا جائے تو نظر کے اس امتیاز کی کیفیت کو بھی عدل و انصاف کے منافی قرار دیا جانا حقیقت پر مبنی ہے۔ قاضی کو چاہیے کہ اپنی نظر میں ایسے طرز عمل کو اختیار کرے کہ جس سے حقیقت حال اس کے سامنے آسکے، مجبور و مظلوم کو بولنے کی سکت نصیب ہو جبکہ ظالم کو قاضی کی نظر سے عیاری اور چالاکی کے فعل پر خوف آئے۔

قاضی کی آواز کے اتار چڑھاؤ میں مساوات

مقدمہ میں انصاف کا پہلا مرحلہ سماعت ہے۔ عدالت کا مزاج ایسا ہونا ضروری ہے کہ ایک غریب اور بے بس شخص بھی عدالت کے ماحول سے مرعوب نہ ہو، منصف کے رویے میں ایسا اعتدال ہو کہ جس سے مظلوم کو خوف نہ آئے اور ظالم کا حوصلہ بلند نہ ہو۔ فریقین میں کسی بھی طبقہ کا شخص ہو سکتا ہے۔ امیر کے خلاف کسی غریب کا مقدمہ یا غریب کے خلاف امیر کا مقدمہ بھی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح بدمعاش اور تیز طرار شخص کے مقابلہ میں شریف اور کم گو بھی مدعی یا مدعا علیہ کی صف میں کھڑا ہو سکتا ہے مگر عدل و مساوات کا تقاضا یہ ہے کہ

---

(11) الدارقطني، أبو الحسن علي بن عمر، السنن، مؤسسة الرسالة، بيروت، لبنان. 1424ھ۔ 5/365، رقم الحديث، 4466
Al-dār al-Qurnī, Abu al-hasan ali bin ʿUmr, al-sunan, mussisa al-risālah, Beirut, Lebonan, 1424. 5/365, #4466

(12) الماوردي، الأحكام السلطانية، ص121

Al-māwardī, al-ahkām al-sutānia, p:121

کسی بھی شخص کی تیز طراری اس کو دھوکہ دینے میں دلیر یا کسی کی شرافت اس کو دھوکہ کھانے میں معاون نہ ہو سکے۔ اگر کوئی شخص اپنی باتوں سے فریق مخالف کو مرعوب کرنے والا ہو تو منصف اس پر اعتدال اور مساوات کو برقرار رکھے اور فریقین کے ساتھ اپنی آواز کے اتار چڑھاؤ میں بھی عدل و مساوات کو قائم کرے(13)۔ کسی ایک فریق کے ساتھ آواز کی اونچائی کسی دوسرے فریق کو مرعوب نہ کردے۔ عدالت میں تمام فریقین کی آواز کا بھی ایک پیمانہ قائم ہونا چاہیے تاکہ انصاف کا حصول آسان ہوسکے۔

اگر قاضی مسند انصاف پر فریقین کے درمیان اپنے لب ولہجہ میں اور آواز کے زیر و بم میں امتیاز روا رکھتا ہے تو اسے بھی انصاف کے خلاف قرار دیا گیا ہے۔ قاضی کا ایک فریق سے ایسے نرم لہجے میں بات کرنا جس میں اپنائیت کا رنگ ہو اور فریق مخالف سے سخت اور درشت لہجے میں بات کرنا جس میں غصے کا رنگ ہو، یہ عمل شریعت میں انتہائی معیوب اور ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے قاضی کو اس بات کا پابند کیا گیا ہے کہ وہ اپنے لب ولہجہ، بول چال، آواز کے اتار چڑھاؤ میں فریقین کے مابین مساوات برقرار رکھے تاکہ فیصلہ کا عمل مشکوک اور مبنی بر ظلم نہ ہو۔

فریقین کے مابین اس امر میں قاضی کے لئے استثناء بھی موجود ہے کہ اگر قاضی کسی فریق کو انتہائی بدزبان یا کسی بھی ناجائز عمل میں جری پائے جو اس کے سامنے ہو جیسے فریقین میں سے کسی ایک فریق کا دوسرے پر اونچی آواز سے بدکلامی کرنا , گالیاں بکنا یا گواہوں کو مرعوب کرنا تو اس صورت میں قاضی اس فریق مقدمہ کو ڈانٹ سکتا ہے اور سزا دے سکتا ہے جو قضاۃ کے وقار کا خیال نہیں کر رہا یا عدالتی امور کا احترام نہیں کرتا(14)۔

(13) بیہقی، أحمد بن الحسین بن علی، السنن الکبری، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 2003م۔10/229، رقم الحدیث، 20459

Baihiqī, Ahmad bin Husayn, al-sunan al-kubrā, Dār al-kutub al-ʿilmiyya, Beirut, 2003. 10/229 #20459

(14) السرخسی، محمد بن أحمد بن أبي سھل، المبسوط، دار المعرفۃ، بیروت، 1993ء۔16/77

Al-sarakhsī, Muhammad bin Ahmad bin Abī Sohayl, al-mabsūt, Dār al-maʿrifa, Beirut. 1993. 16/77

معلوم ہوا کہ فریقین پر عدالت کا احترام انتہائی ضروری ہے اور کسی ایک فریق کو یہ اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ عدالت میں اپنی اجارہ داری قائم کرے اور فریق مخالف کو مرعوب کرنے کی کوشش کرے۔ اس صورت میں قاضی کا فرض ہے کہ ایسے شخص کو عدم احترام عدالت کی بنا پر سزا دے تا کہ کسی اور کو ایسی جرأت نہ ہوسکے۔ اگر قاضی کی عدالت میں کوئی ایک فریق اپنے بڑے ہونے کا احساس دلائے اور قاضی کو یا فریق مخالف سے ایسے لہجے میں بات کرے جو دھمکی آمیز ہو تو ایسے شخص کے لئے شریعت قاضی کو یہ اختیار دیتی ہے کہ وہ اُسے ڈانٹے اور بمطابق قانون سزا دے۔

فریقین سے قاضی کا رویہ مثبت ہونا

قاضی کے سامنے جب مقدمہ پیش ہو تو قاضی کو چاہیے کہ وہ مقدمہ کے مندرجات کو غور سے دیکھے اور سماعت کے وقت ان کو اچھی طرح جانچے۔ مقدمہ کی سماعت میں اپنے دل میں تنگی نہ لائے بلکہ ایک دینی ذمہ داری کے پیش نظر مقدمہ کی سماعت کرے۔ قاضی کو اس بات کا پابند کیا جارہا ہے کہ وہ فریقین کے ساتھ اچھا رویہ اپنائے، تلخی اور ترشی سے بات نہ کرے اور فریقین مقدمہ کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائے[(15)]۔

قاضی کے پاس لوگ اپنے تنازعات کے فیصلے کروانے آتے ہیں۔ اگر قاضی کا رویہ درست نہ ہو گا تو لوگ مایوس ہوں گے اور فیصلہ کروانے سے احتراز کریں گے۔ اس لئے ضروری ہے کہ عدالت کے طرز عمل میں فریقین کی عزت نفس کو ملحوظ رکھا جائے۔ پاکستان میں معاصر عدالتی نظام میں توہین عدالت کا قانون تو ہے لیکن اس کے برعکس اگر مدعی اور مدعا علیہ کے ساتھ جج ناروا سلوک کرے تو جج کے خلاف ایکشن نہیں لیا جاتا۔ پس ایسا قانون بنانا چاہیے کہ ناروا سلوک کرنے پر جج کے خلاف بھی ایکشن لیا جاسکے۔ جب ججز فریقین کی عزت و آبرو کا خیال نہیں رکھتے اور ان کو عدالت میں بے عزت کرتے ہیں تو ان کے اس رویے سے جہاں فریقین کی آپس میں دشمنیاں بڑھتی ہیں وہاں ججز کے لئے بھی یہ عمل ان کی زندگی کو خطرے میں ڈالتا ہے۔ عدالتوں میں ججز کو زدو کوب کرنے کی جو آئے روز خبریں آتی ہیں ان کا ایک سبب ان ججز کا متعصبانہ رویہ بھی ہے۔ لوگوں کو چونکہ اپنے

(15) ابن قیم، محمد بن أبي بکر بن أیوب، إعلام الموقعین، دار الکتب العلمیة، بیروت. 1991. 2/158

Ibn al-Qayyim, Muhammad bin Abī Bakr, Iʿlām al-mawqiʿīn, Dār al-kutob al-ʿilmiyya, Beirut. 1991. 2/158

تنازعات کے فیصلوں کے لئے چاروناچار عدالت سے رجوع کرنا ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ججز کا رویہ لائق تحسین ہو۔

قاضی کی طرف سے مہمان نوازی میں مساوات

منصف کے لیے ہر قدم پر احتیاط ضروری ہے، یہاں تک کہ اُسے اپنی ظاہری کیفیت، حرکات و سکنات اور بول چال کا بھی خیال رکھنا چاہیے تاکہ کوئی بھی فریق ایسا تاثر نہ لے سکے کہ منصف کا اس کے مدمخالف سے کوئی تعلق ہے۔ ایک منصف کو فریقین کے درمیان مہمان نوازی میں بھی پابند کردیا گیا ہے یعنی اگر مقدمہ کے فریقین میں سے کوئی ایک منصف یا قاضی کے ہاں مہمان بنتا ہے تو منصف بوجہ مقدمہ ایک فریق کو مہمان نہ بنائے(16)۔ شریعت کا منصف کو یوں پابند کرنا حصول انصاف کے عین تقاضوں پر مبنی ہے۔

اسلام میں مہمان کی میزبانی کی ترغیب ہے اور مہمان کو اچھا کھلانے اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم ہے۔ مگر منصف کو فریقین میں سے کسی ایک فریق کی میزبانی سے رکنا پڑرہا ہے۔ درحقیقت عدل و انصاف کے عہدہ پر براجمان شخص فریقین کے مابین کوئی ایسا عمل نہیں کرسکتا جس سے مقدمہ کے کسی ایک فریق کو یہ گمان ہو کہ منصف کی اس کے ساتھ قربت ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہاں ایک شخص مہمان ٹھہرا مگر جب ان کو معلوم ہوا کہ اس کے مقدمہ میں آپ منصف ہیں تو آپ نے اس شخص کو اپنے ہاں مہمان ٹھہرانے سے معذرت کی کہ یاتو دوسرا فریق بھی ساتھ ہو تو مہمان ٹھہرایا جاسکتا ہے(17)۔ یہاں پر حضرت علیؓ نے مہمان کی میزبانی پر معذرت نہیں کی بلکہ اپنے منصف ہونے کی بنا پر فریقین کے درمیان مساوات کو برقرار رکھنے کے لئے معذرت کی کہ مدعی اور مدعاعلیہ دونوں مہمان ہوتے تو درست تھا اگر ایک ہے تو یہ مساوات کے تقاضوں کے برعکس ہے۔

(16) عبدالرزاق، المصنف، 8/300، رقم الحدیث، 15291

Abdul razzāq, Abu Bakr ʿAbdul razzāq, al-musannif, 8/300, #15291

(17) بیہقی، السنن الکبری، 10/232، رقم الحدیث، 20470

Baihiqī, Ahmad bin Husayn, al-sunan al-kubrā, Dār al-kutub al-ʿilmiyya, Beirut, 2003. 10/232, #20470

قاضی کے لئے دوران سماعت سر گوشی کی ممانعت

قاضی جب مسند انصاف پر براجمان ہو تا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہو تا ہے۔ پس اس مسند کا تقاضہ ہے کہ قاضی کا ہر عمل فریقین کے لئے انصاف پر مبنی ہو۔ اگر قاضی کسی فریق سے رازدارانہ انداز میں گفتگو کرتا ہے یا اس سے سر گوشی کرتا ہے تو یہ عمل انصاف کے منافی تصور ہو تا ہے۔ قاضی اگر کسی ایک فریق سے مقدمہ کے بارے میں اس طرح دریافت کرتا ہے جس سے طرفداری کا تاثر پیدا ہو تا ہے تو قاضی کا یہ انداز استفسار بھی درست نہیں۔ قاضی کا کسی ایک فریق سے سر گوشی کرنا یا اس کو ایسے الفاظ سے پکارنا جس سے دوسرے فریق پر یہ اثر جائے کہ منصف نے فریق مخالف کی طرف داری کی ہے تو شریعت اسلام نے اس طرز عمل کو اختیار کرنے سے بھی منع کیا ہے۔ اس لئے قاضی کو چاہیے کہ وہ دوران سماعت مقدمہ کسی ایک فریق سے کسی قسم کی سر گوشی نہ کرے۔ تاہم اس عمل میں ایک استثنا موجود ہے کہ اگر قاضی مقدمہ سے متعلق حقیقت حال جاننے کے لئے کسی ایک فریق کی طرف توجہ کرتا ہے مگر اس میں کوئی طرف داری کا تاثر نہیں ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں(18)۔

قاضی فریقین میں کوئی امتیاز روانہ رکھے

مقدمات کی سماعت میں طبقاتی تقسیم کا عمل دخل نہیں ہو تا۔ قاضی کے سامنے امیر وغریب، اعلی و ادنی، صاحب ثروت اور مفلس سب برابر ہوتے ہیں۔ سب کے لئے قانون کے مطابق فیصلے کرنا ہوتے ہیں۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے اونٹوں کی مثال دے کر فرمایا کہ قاضی کے سامنے سب ایسے اونٹوں کی طرح برابر ہوں جس طرح کوئی اونٹ بھی قابل سواری نہ ہو(19) یعنی سب برابر ہوں اور کوئی بھی حسب نسب کے اعتبار سے اعلی و ادنی کی تقسیم میں منقسم نہ ہو۔ تاریخ اسلام ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے کہ وقت کا امیر المؤمنین بھی اگر عدالت میں کسی مقدمہ کی وجہ سے حاضر ہو تا ہے تو اس کو بھی فریق مخالف کے ساتھ کھڑا ہونا

(18) الطرابلسي، علاء الدين، علي بن خليل الطرابلسي، معين الحكام، دار الفكر، ص20
Al-trābalsī, ʿAlā al-dīn, ʿAli bin Khalīl, Muʿīn al-hukkām, Dār al-fikr, P: 20

(19) بخاری، الصحیح، 8/104، رقم الحدیث، 6498
Bukhārī, Muhammad b. Ismāʿīl, al-sahīh, Dār al-salām, al-riyāz, 1417.8/104, #6498

ہوتا ہے۔ اس کے لئے کسی قسم کی کوئی علیحدہ نشست یا احترام کا معاملہ قطعاً روا نہیں رکھا گیا۔ قاضی بوقت سماعت ایک غیر جانبدار شخص ہوتا ہے بلکہ اس وقت اس کا عہدہ اور منصب تمام دوسرے مناصب اور عہدوں سے زیادہ اہمیت اور وقعت کا حامل ہوتا ہے۔

قاضی کے کلام کا کسی ایک فریق کے دلائل کو تقویت نہ دینا

قاضی فریقین کے درمیان ایسا تائثر پیدا کرے کہ ہر فریق اس کو اپنا خیر خواہ جانے۔ اگر ایک فریق کے ساتھ قاضی کا انداز اس طرح کا ہو کہ اشارہ وکنایہ میں یا ذو معنی الفاظ میں کسی ایک فریق کے حق میں گفتگو کرے یا کسی فریق کے دلائل کو مضبوط کرے تو قاضی کا یہ عمل بھی انصاف کے منافی ہوگا(20)۔

قاضی کا کسی ایک فریق کے دلائل کو تقویت دینے سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی فریق کی بات میں تردد ہو اور قاضی کا کلام اس کی بات میں وزن پیدا کردے جس سے فریق مخالف کے مفاد پر زد پڑتی ہے تو اس طرز عمل کو کہا جائے گا کہ قاضی کے کلام سے فریق مخالف کے دلائل کو تقویت حاصل ہوئی ہے۔ لہذا شریعت نے اس طرز عمل کو ناجائز قرار دیا ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

نشستِ فریقین میں برابری

قاضی سماعت مقدمہ میں فریقین کو مساوی نشست فراہم کرے اور دونوں کو ایک جیسی جگہ پر بٹھائے۔ کسی بھی فریق کے لئے نشست میں امتیاز نہ ہو۔ فریقین کے لئے عدالت میں مساوی نشستوں کا ہونا ضروری ہے اور شریعت اس پر زور دیتی ہے کہ عدالت میں آنے والا ہر شخص قاضی کے سامنے برابر ہے اور قاضی کے لئے ضروری ہے کہ فریقین کو اپنے سامنے بٹھائے(21)۔

اگر کوئی فریق مخصوص جگہ پر ہو اور دوسرا فریق سامنے بیٹھے تو یہ قضا کے منافی عمل ہے۔ اس طرح نا تو قاضی عدل کر سکتا ہے اور نا ہی عدل کے تقاضوں کی پاسداری کی جاسکتی ہے۔ تاریخ اسلام میں ایسے متعدد

(20) سرخسی، المبسوط، 16/77
Al-sarakhsī, Muhammad bin Ahmad bin Abī Sohayl, al-mabsūt, Dār al-maʿrifa, Beirut. 1993. 16/77

(21) ابوداود، سلیمان بن اشعث، السنن، دار الفکر، بیروت، لبنان. 3/302، رقم الحدیث، 3588
Abū Dawūd, Sulaymān b. Ashʿatḥ, al-sunan, Dār al-fiker, Beirūt, Lebanon.3/302, #3588

واقعات دیکھے جاسکتے ہیں کہ خلفائے راشدین جب کبھی عدالت میں کسی مقدمہ کی وجہ سے پیش ہوئے تو وہ اپنے فریق مخالف کے ساتھ قاضی کے سامنے کھڑے ہوئے۔ فریقین کا قاضی کے سامنے اس لحاظ سے بھی بیٹھنا ضروری ہے کہ قاضی چہرے کے تاثرات سے بھی اپنی رائے کو تقویت دے سکتا ہے جہاں قرینہ سے شہادت مطلوب ہوتی ہے۔

سماعت مقدمہ میں منفی کیفیات سے مبرا ہونا

مقدمات کی سماعت کے وقت قاضی کا جذباتی کیفیات میں آنا درست نہیں۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جذباتی کیفیت حقائق کے منافی ہوتی ہے۔ اس لئے انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ شواہد اور بینہ کی بنا پر ہی فیصلہ کی بنیادی رکھی جائے۔ قاضی بھی چونکہ ایک انسان ہے اور اس کے بھی غصے اور نفرت کے جذبات ہوتے ہیں مگر مسند قضا کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر بیٹھنے والا شخص متحمل مزاج اور اپنے غصے پر قابو پانے والا ہو۔ غصے میں فیصلہ کرنے سے فیصلے کے غلط ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ شرعی نقطہ نظر سے یہ امر لازمی ہے کہ اگر قاضی غصے میں ہو یا نفرت کے جذبات اس پر غالب ہوں تو وہ فیصلہ نہ کرے بلکہ جب غصے سے نکل جائے تو فیصلہ کرے(22)۔

جب کسی شخص کے ساتھ قاضی کا ایسا تعلق ہو یا ایسا رشتہ ہو جس سے فیصلہ کرنے میں طرف داری کا اندیشہ ہو تو قاضی کو ایسے مقدمہ کا فیصلہ خود کرنے کے بجائے کسی دوسرے قاضی کے سپرد کرنا زیادہ احسن ہے۔ یہ بھی ایک آزمائش ہوتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس آزمائش میں نہ پڑے۔ یہ صورت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کسی فریق مقدمہ کے ساتھ قاضی کی ذاتی رنجش یا ذاتی الفت و محبت ہو ان دونوں صورتوں میں انصاف کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ لہذا اس صورت میں مقدمہ کا فیصلہ کسی دوسرے قاضی کے سپرد کر دینا زیادہ مناسب ہے۔

بوقت فیصلہ ہیجانی کیفیات سے مبرا ہونا

مقدمات کی سماعت میں ایک اصول یہ ہے کہ جلد بازی یا عجلت سے کام نہ لیا جائے۔ غور و فکر اور ہر پہلو کو جانچ کر فریقین کی اصل بات پر پہنچنے کی کوشش کی جائے۔ اگر قاضی کا ذہن کسی دوسری طرف متوجہ ہو اور

---

(22) بخاری، الصحیح، 9/65، رقم الحدیث، 7158

Bukhārī, Muhammad b. Ismāʿīl, al-sahīh, 9/65, #7158

اس پر کوئی دوسرا اثر غالب ہو تو اس کو فیصلہ مؤخر کر دینا چاہیے ۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق قاضی جب مسند قضا پر بیٹھے تو وہ سیر ہو یعنی بھوک کی کیفیت میں وہ فیصلہ نہ کرے (23)۔ بھوک ایک ہیجانی کیفیت کا نام ہے اور ان جیسے عوامل میں سے ہے جس سے انسان کی توجہ اپنے مقصد سے ہٹ جاتی ہے اور وہ جس کام کو سرانجام دینا چاہتا ہے اسے پوری طرح سرانجام نہیں دے سکتا۔

خلاصہ کلام

ریاست کا سب سے بڑا ادارہ جو ریاست کے استحکام میں اہم کردار ادا کرتا ہے اسے عدالت کہتے ہیں۔ عدالت لفظ عدل سے اور اس میں تمام امور عدل و انصاف کے شرعی اصولوں پر مبنی سرانجام دیے جاتے ہیں۔ قرآن حکیم میں بارہا مرتبہ عدل و انصاف کی اہمیت ذکر کی گئی ہے اور اس کو باقاعدہ طور پر شرعی اصولوں پر قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر کسی معاشرے میں عدل و انصاف نہ رہے تو وہ معاشرہ اپنی موت آپ مر جاتا ہے۔ ہادی برحق رحمت اللعالمین ﷺ نے جس چیز پر زیادہ زور دیا وہ عدل و انصاف ہے۔ اسلام جس عدل و انصاف کے قائم کرنے کا تقاضا کرتا ہے وہ خالصتاً للٰہیت پر مبنی ہے۔ جب کوئی قاضی یا جج مسند انصاف پر براجمان ہوتا ہے تو اسے اس بات کا یقین ہونا چاہیے کہ وہ ایک ایسی ذات کے سامنے کھڑا ہے جو علیم و خبیر ہے اور دل کے ارادوں اور رازوں سے واقف ہے۔

اللہ رب العزت کی ذات باری تعالیٰ ہر طاقت کا سرچشمہ ہے۔ لہٰذا قاضی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ عدل و انصاف کے قائم کرنے میں کسی بڑے ظالم یا بادشاہ کا خوف دل سے نکال کر حق پر مبنی فیصلے کرے اور اپنی ذات کو اللہ کے سپرد کر دے وہی اس کا محافظ ہے۔ اسے چاہیے کہ لوگوں کی ملامت اور تعن و تشنیع پر قطعاً توجہ نہ دے۔ اللہ رب العزت اس کے لئے ایسے عزت کے اسباب پیدا فرمائیں گے کہ جو انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتے۔ قاضی جب مسند انصاف پر بیٹھے تو یہ یقین کر لے کہ وہ اب اللہ رب العزت کی عدالت میں پیش ہے ۔ اس کے تمام اعضاء کی حرکات و سکنات کو فریقین کے فیصلے میں عمل دخل ہوتا ہے۔ لہٰذا اسے چاہیے کہ وہ اپنے

---

(23) دار قطنی، السنن، 5/367، رقم الحدیث، 4470

Al-dār al-Qurnī, Abu al-hasan ali bin ʿUmr, al-sunan, mussisa al-risālah, Beirut, Lebonan, 1424. 5/367, #4470

تمام اعضاء کی حرکات و سکنات کو حق پر مبنی فیصلے کے لئے استعمال کرے اور تاکہ وہ اللہ کی عدالت میں سرخرو ہو جائے۔

قاضی کے سامنے صرف ایک ہی بات پیش نظر ہونی چاہیے اور وہ ہے "عدل وانصاف" اس کے علاوہ اس کے سامنے کسی بات کو اہمیت دینا جائز نہیں ہے۔ قطع نظر اس بات کہ اس کے سامنے فریقین میں سے کوئی بڑے عہدے یا مرتبے والا شخص کھڑا ہے یا معاشرے کا کمزور ترین شخص طالب انصاف ہے، اسے صرف انصاف سے سروکار ہونا چاہیے تاکہ وہ حق پر مبنی فیصلے کر سکے۔ عدل و انصاف کا بنیادی تقاضا ہی یہ ہے کہ وہ حاکم و محکوم، امیر و غیرب، ظالم و مجبور کی تفریق سے بالاتر ہو کر ان شہادت و بینات پر مبنی فیصلہ کرے جو عدل و انصاف کا تقاضا ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.